اجتماعی مطالعۂ قرآن

پروفیسر ڈاکٹر نجیب الحق

بدقسمتی سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ قرآن ایک مشکل کتاب ہے، اس کو سیکھنے کے لیے بہت سے علوم درکار ہیں، اس کا سیکھنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور یہ علما کا کام ہے۔

کیا قرآن سیکھنا واقعی مشکل ہے؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۂ قمر کی آیت ۱۷ میں دے دیا ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ ''اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے، پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''

مفسرین کرام اس آیت کی تشریح میں کہتے ہیں: ''قرآن کریم نے اپنے مضامین عبرت ونصیحت کو ایسا آسان کر کے بیان کیا ہے کہ جس طرح بڑے سے بڑا عالم و ماہر، فلسفی اور حکیم اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اسی طرح ہر عالم اور بے علم جس کو علوم سے کوئی مناسبت نہ ہو وہ بھی عبرت ونصیحت کے مضامین قرآنی کو سمجھ کر اس سے متاثر ہوتا ہے۔'' ''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر رکھا ہے، کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟''، اس سے مراد یہ بھی ہے کہ قرآن مجید آسان تو بے شک ہے، لیکن صرف عبرت وتذکیر، ترغیب وترہیب کے اعتبار سے، تاہم استنباطِ مسائل بجائے خود ایک مستقل ودقیق فن ہے، جو کہ خصوصی مہارت اور تحقیق کا محتاج ہے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کو معنی اور مضامینِ عبرت ونصیحت کے اعتبار سے عام لوگوں کے لیے بھی سمجھنا آسان ہے، البتہ مسائل اور احکام کا استنباط و اجتہاد صرف علمائے کرام ہی کا کام ہے جس کے لیے علوم قرآن وحدیث اور دوسرے کئی علوم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ عام لوگوں کا کام نہیں ہے۔

سورۂ قمر میں یہ آیت چار مرتبہ دہرائی گئی ہے اور ہر بار اس سے پہلے فرمایا گیا ہے:

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ (القمر ۱۶:۵۴) ’’دیکھ لو، کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات‘‘، یعنی اگر اس آسان کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کروگے تو پھر میرے عذاب کے لیے تیار رہو۔

قرآن سیکھنے کے درجے اور سطحیں

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ عام آدمی کی حیثیت ایک طالب علم کی ہے اور وہ تذّکر (زندگی گزارنے کے لیے احکام ونصیحت) کی حد تک قرآن کو سیکھے گا۔ تذکّر سے مراد قرآن کو اتنا سمجھنا ہے جس سے ہم زندگی گزارنے کے عمومی اوامر (DOs۔احکامات) ونواہی (DONTs ۔ممنوعات) کو جان لیں۔ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ویسے تو ہر مسلمان کو قرآن پر تدبر کرنا چاہیے لیکن یہاں تدبّر سے مراد قرآن پر ایسے غور وفکر کرنا ہے جس سے عصری دینی مسائل کا استنباط یا اجتہاد کیا جائے اور فقہی مسائل معلوم کیے جائیں۔ یہ صرف علمائے کرام وفقہائے عظّام کا کام ہے جس کے لیے علومِ قرآن اور دین کی مجموعی تعلیم اور تفہیم ضروری ہے، یہ ہر کسی کا کام نہیں۔ اس بات کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (صٓ ۲۹:۳۸) ’’یہ ایک بڑی بابرکت کتاب ہے جو (اے محمدؐ!) ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر والے اس سے سبق لیں‘‘۔ اور ایک حدیث کے مفہوم کے مطابق روزِ قیامت تک اس کی تشریح وتفسیر ہوتی رہے گی اور اس کے مطالب ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن سیکھنے کا مقصد

قرآن سیکھتے وقت یہ واضح ہونا چاہیے کہ ہم اسے کیوں سیکھ رہے ہیں؟ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا اہم ہے کہ قرآن کے اسرار ورُموز پر تدبر کرنا، علم میں اضافہ کرنا، اس کے ادبی اعجاز پر سر دھنا، سائنسی علوم کی روشنی میں آیات کی تکوینی تشریحات سے لطف اندوز ہونا یا اس میں بیان کردہ عقائد، معاشرتی، سماجی، معاشی، معاملات پر غور وفکر کرنے میں اس کتاب کے برحق ہونے کے دلائل ہیں لیکن یہ اس کے ضمنی فوائد ہیں۔ قرآن کا اصل مقصد یہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر اس سے عملی راہنمائی

حاصل کی جائے تاکہ ہم صراطِ مستقیم پر قائم رہیں، جس کا ذکر سورۂ فاتحہ میں بیان ہوا اور ہم نماز میں روزانہ کم ازکم ۳۲ مرتبہ اللہ سے یہی درخواست کرتے ہیں۔

قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی کایا پلٹ دی اس لیے کہ ان کا قرآن سیکھنا 'علم برائے عمل' تھا۔ ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی مسند احمد کی ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ''ایک صحابی سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس دس آیات پڑھتے تھے اور اگلی دس آیات اس وقت تک نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ پہلی دس آیات میں علم و عمل سے متعلق چیزیں اچھی طرح سیکھ نہ لیتے، یوں ہم نے علم و عمل کو حاصل کیا ہے''۔

قرآن سے ہماری زندگی اسی لیے تبدیل نہیں ہورہی کہ عام طور پر قرآن پڑھتے یا سیکھتے وقت یہ مقصد نہ ہمارے ذہن میں واضح ہوتا ہے اور نہ ہمارے عمل سے اس کا اظہار۔ قرآن کو 'علم برائے عمل' کے مقصد سے پڑھنے اور سیکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر آیت میں اپنی زندگی کے لیے عملی نکات تلاش کرنے کی کوشش کریں اور ان کو ترجیحاً اپنی انفرادی زندگی میں نافذ کریں اور ساتھ ہی اجتماعی زندگی میں اس کے نفاذ کی جدوجہد کا حصّہ بنیں۔

یہ بات یاد رکھنا بھی انتہائی اہم ہے کہ اجتماعی نظام، افراد کے مرہونِ منت ہے۔ انفرادی عقائد و تصورات میں کمزوری، اجتماعی نظام کی پوری عمارت کو کمزور کرنے یا گرانے کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ اصول اجتماعی جدوجہد کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ افراد کی اپنی فکر اور دین کا منہج صحیح نہ ہو تو اجتماعی اصلاح کا تصور خیالِ خام کے سوا کچھ نہ ہوگا ؎

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اس لیے اقامتِ دین کی اجتماعی جدوجہد میں ہمیں انفرادی حیثیت میں قرآن فہمی کو اپنی ترجیح بنانا ہوگا۔

قرآن فہمی کے آداب

قرآن سیکھنے کے لیے چند اہم باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے:

- **قرآن کے بارے میں اپنا روّیہ بدلیں:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۝۸۰ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ۝۸۱ (الواقعہ۵۶: ۸۰-۸۱) ''یہ ربّ العالمین کا

نازل کردہ ہے۔ پھر کیا اس کلام کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو؟‘‘ اصل الفاظ ہیں: اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ۔ اِدْھَان کے معنی ہیں کسی چیز سے مداہنت برتنا، اس کو اہمیت نہ دینا، اس کو سنجیدہ توجہ کے قابل نہ سمجھنا۔ انگریزی میں To take lightly کے الفاظ اس مفہوم سے قریب تر ہیں (تفہیم القرآن پنجم)۔ ہم قرآن کو پڑھتے وقت یہ بات نہ بھولیں کہ اس کا مقصد صرف علم حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد اس کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴿۱۵۵﴾ (الانعام۶:۱۵۵) ’’اور اسی طرح یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے، ایک برکت والی کتاب، پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے‘‘۔

● شیطانی حربے اور رکاوٹیں: ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کی جائے لیکن قرآن پڑھنے کی ابتداء اعوذ باللہ سے کرنے کا حکم دیا گیا: فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ﴿۹۸﴾ (النحل۱۶:۹۸) ’’پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطانِ رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو‘‘۔ کیونکہ شیطان قرآن فہمی میں سب سے زیادہ روڑے اٹکاتا ہے اور اس سے روکنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

○ دنیاوی کاموں کو انتہائی اہم جتلانا: شیطان کوئی بھی دنیاوی کام مثلاً کسی سے ملاقات، ٹیلیفون کرنا، وٹس ایپ یا ٹی وی پروگرام دیکھنا وغیرہ کو انتہائی ضروری بنا کر پیش کرتا ہے کہ پہلے یہ کام کرلو اس کے بعد قرآن پڑھ لینا۔ لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو ان میں سے کوئی کام اتنی اہمیت کا نہیں ہوتا کہ اسی وقت کرنا بہت ضروری ہو اور اسے قرآن سیکھنے پر ترجیح دیں۔

○ دنیاوی کام کو دینی کام کے طور پہ دکھانا: جب ہم قرآن پڑھنے یا سیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو شیطان ایسے موقع پر نیکی کے دوسرے کاموں کو اہم اور دین کے کام کے طور پیش کرتا ہے، انھیں ترجیحاً کرنے پر اکساتا ہے اور قرآن کو ثانوی حیثیت پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً خدمت خلق کے کام، تعلقات نبھانا، سیاسی جدوجہد میں حصّہ لینا وغیرہ۔ ان سب کی اہمیت اپنی جگہ لیکن یہ قرآن سیکھنے کے متبادل نہیں ہیں۔ بسا اوقات ہم جسے دین کا کام سمجھ کر کررہے ہوتے ہیں وہ دراصل خسارے کا سودا ہوتا ہے۔ اللہ کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جیسا کہ سورۂ کہف میں ارشاد ہے: قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴿۱۰۴﴾ (الکہف ۱۸:۱۰۳-۱۰۴) ’’اے نبیؐ! ان سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں‘‘۔

○ **دین کے دوسرے کام سامنے لے آنا**: دین کا ہر کام اپنی جگہ اہم ہے لیکن سب سے زیادہ اہم قرآن سیکھنا ہے۔ بسا اوقات شیطان ہمارے لیے دین کے دوسرے کام (خصوصاً عبادات) اتنے خوش نما اور اہم بنا دیتا ہے کہ ہم ان میں لگ کر قُرآن سیکھنے کو اپنی ترجیحات میں نچلے درجے پر لے جاتے ہیں، مثلاً نوافل پڑھنا، تسبیحات یا ذکر و اذکار وغیرہ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذرؓ! تم اس حال میں صبح کرو کہ تم اللہ کی کتاب میں سے ایک آیت سیکھ لو تو یہ تمھارے لیے سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (سنن ابن ماجه)

○ **قرآن فہمی کو مشکل بنا کر پیش کرنا**: شیطان کا ایک اور حربہ یہ ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ قرآن پڑھنا ہی کافی ہے، تم عربی زبان، گرامر اور متعلقہ ضروری علوم کے بغیر قرآن نہیں سیکھ سکتے۔ ہم غور کریں کہ کتنے لوگ اُن زبانوں کی گرامر جانتے ہیں جو وہ بولتے اور سمجھتے ہیں؟ ہمیں تو اپنی مادری زبان کی گرامر پر بھی دسترس نہیں ہوتی، پھر ہم صرف قرآن سمجھنے کے لیے گرامر اور علوم جاننے کی شرط کیوں لگائیں؟ اگر گرامر سیکھ لیں تو بہت اچھا، لیکن نہ سیکھی ہو تو اسے قرآن نہ سیکھنے کا بہانہ نہیں بنایا جا سکتا۔

○ **استاد کے بغیر قرآن نہیں سیکھا جاسکتا**: شیطان ہمیں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ استاد کے بغیر قرآن نہیں سیکھا جا سکتا۔ یہ بات اس حد تک تو یقیناً ٹھیک ہے کہ جب ہم دنیا کے ہر علم کو استاد سے سیکھتے ہیں تو قرآن استاد سے کیوں نہ سیکھیں؟ دنیاوی مضامین سیکھنے کے لیے تو ہم ہزاروں روپے خرچ کر کے بچوں کے لیے ٹیوشن کا بندوبست کرتے ہیں لیکن جب قرآن سیکھنے کی باری آتی ہے تو ہم استاد کو چند سو روپے دینے کو بھی بوجھ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس رویے کو بدلنا ہوگا۔ لیکن کسی وجہ سے استاد میسر نہ ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم قرآن سیکھنے کی کوشش کرنا ہی چھوڑ دیں۔ ہمیں کسی بھی تفسیر سے قرآن سیکھنے کی انفرادی کوشش جاری رکھنی چاہیے، البتہ بہتر یہ

ہے کہ چند افراد مل کر اجتماعی مطالعے کا بندوبست کریں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم نے تفاسیر پڑھنی اور سیکھنی ہیں خود سے کوئی تشریح یا تفسیر نہیں کرنی۔

○ غیرضروری اور فلسفیانہ مباحث میں الجھا دینا: انسان جب اللہ کے فضل سے شیطان کے ان حربوں کو ناکام بنا دیتا ہے اور قرآن سیکھنا شروع کر دیتا ہے تو شیطان ایک اور خطرناک حملہ کرتے ہوئے انسان کو ایسی غیرضروری بحثوں میں الجھا دیتا ہے جن کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً جنت و دوزخ کیسے اور کہاں ہوں گے؟ برزخ کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ کی کرسی سے کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ کی ذات اور صفات وغیرہ کے متعلق ایسے سوالات میں الجھا دیتا ہے جن کا ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے: هُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ (اٰلِ عمرٰن ۳:۷) ''وہی خدا ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شیطان محکمات کی بجائے انسان کو متشابہات اور عملی زندگی کے لیے غیرضروری مباحث میں اُلجھا دیتا ہے۔ اقبالؒ نے شیطان کے اس حربے کو شیطان کی زبانی یوں بیان کیا ہے ؎

ہے یہی بہتر الٰہیات میں اُلجھا رہے یہ کتابُ اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اوّلین ترجیح اور بہتر صورت یہی ہے کہ قرآن کریم استاد سے سیکھیں، استاد میسر نہ ہو تو انفرادی طور پر کسی تفسیر کا مطالعہ کریں (زیادہ مناسب یہ ہے کہ ایک سے زیادہ تفاسیر پیشِ نظر رکھیں)۔ بہتر یہ ہوگا کہ گروپ بنا کے مطالعہ کریں اور یہ اصول ہمیشہ پیش نظر رکھیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کر دیا ہے: ''جس نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے''۔ (ترمذی)

عربی سیکھنا

عربی زبان سیکھنا ایک احسن کام ہے، لیکن اگر کسی کو عربی نہیں آتی تو یہ قرآن نہ سیکھنے کا بہانہ نہیں ہوسکتا۔ الحمدللہ! ہمارے علمائے کرام کا ہم پر بہت احسان ہے کہ آج تقریباً ہر زبان میں قرآن کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ عربی سمجھنا فی نفسہٖ مقصد نہیں ہے، بلکہ اس کے نتیجے میں جب ہم قرآن مجید کو سمجھ جائیں تو اس پر عمل کی فکر کریں۔ کیا ابولہب، ابوجہل، مغیرہ بن ولید، عمرو بن یکرب جیسے ادیب اور لبید جیسے شاعر کو عربی نہیں آتی تھی؟ لیکن جب ان کا مقصد قرآن کو سمجھ کر اسے دل میں اتارنا اور اس پر عمل کرنا نہیں تھا تو 'عربی دان' ہونے کے باوجود گمراہ ہی رہے۔ ان کی عربی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ یہی حالت مستشرقین کی ہے کہ وہ قرآن کو سمجھتے تو ہیں لیکن اس کے نتیجے میں انھیں ہدایت نہیں ملتی کیونکہ قرآن سے ہدایت لینا ان کا مقصد ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ہم اتنی عربی سیکھنے کی کوشش ضرور کریں کہ جب تلاوت ہورہی ہو تو ہم اسے سمجھ رہے ہوں اور اگر زبان میں مزید مہارت حاصل کرلی تو یہ قرآن کی تاثیر کو بھی مزید بڑھائے گی اور ہم قرآن پر تدبر اور اس کے رُموز واسرار سے لطف اندوز بھی ہوسکیں گے۔

قرآن سمجھنے کا اصل معیار

نماز کے معیار کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت کی آیت ۴۵ میں یوں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ ''بے شک نماز بےحیائی سے اور فحش کاموں سے باز رکھتی ہے''، یعنی نماز کا اصل معیار (standard) یہ ہے کہ اس کا ایک مسلمان پر یہ اثر ہو کہ وہ فحاشی اور بےحیائی سے رُک جائے۔ ہمیں اپنی نماز کو اس معیار کا بنانے کی کوشش کرنی ہے۔

اسی طرح قرآن کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ایک مسلمان قرآن پڑھے تو اس پر قرآن کے کچھ اثرات ہونے چاہئیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الانفال ۸:۲) سچے اہلِ ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سُن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں

تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے ربّ پر اعتماد رکھتے ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾ (الزمر۳۹: ۲۳) اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی آیات آپس میں ملتی جلتی ہیں، جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ اس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَى الرَّسُوۡلِ تَرٰۤى اَعۡيُنَهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَـقِّ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۸۳﴾ (المائدہ۵: ۸۳) جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتی ہیں، اور کہتے ہیں کہ ”پروردگار! ہم ایمان لے آئے، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے“۔

یہ ہے قرآن پڑھنے اصل معیارِ مطلوب کہ جب مسلمان قرآن پڑھیں تو ان کے دل کی کیفیت ایسی ہو جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے، یعنی ان کے دل لرز جائیں، رونگٹے کھڑے ہوجائیں، بدن نرم پڑ جائیں اور کانپنے لگیں، آنکھوں سے آنسو اُمڈ پڑیں اور ایمان مزید مضبوط ہوجائے۔ کسی مسلمان کے دل پر قرآن کا ایسا اثر ہو تو وہ تبدیل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب قرآن سمجھ کر پڑھا جائے۔

قرآن کلاس کا طریقۂ کار (اجتماعی مطالعۂ قرآن)

یہ بات تو پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ اتنا قرآن سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے وہ اپنی روزمرہ زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزار سکے۔ اگر استاد میسر ہو تو اس سے سیکھنا افضل ہے لیکن اگر کسی وجہ سے استاد میسر نہ ہو، تو سیکھنے کا ایک نہایت فائدہ مند طریقہ اجتماعی قرآن کلاس ہے۔ اس کا ایک

اہم پہلو یہ بھی ہے کہ ایسے گوشے سامنے آجاتے ہیں جو انفرادی مطالعہ میں اکثر کھل کر سامنے نہیں آتے۔

یہ بات ضروری ہے کہ شرکاء دل کی دنیا صاف کر کے شریک ہوں تاکہ قرآن کی امانت اٹھانے کے لیے دل میں صلاحیت پیدا ہو اور بیان کردہ مطلوبہ اثرات مرتب ہوں۔ شرکاء میں یہ ذہنی ہم آہنگی ہو کہ ہم قرآن کا مطالعہ اپنے فائدے اور عمل کے لیے کر رہے ہیں۔ کلاس سے پہلے ہر فرد اپنے زیرمطالعہ تفسیر سے سیکھنے کی کوشش کرے اور صرف دوسرے شرکاء کی گفتگو اور علم پر اکتفا نہ کرے۔ اس طرح اجتماعی مطالعہ کرنے کی افادیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ درج ذیل سطور میں قرآن کلاس کی ترتیب بیان کی گئی ہے:

● **چند افراد مل کر حلقہ بنائیں**: بہتر ہے کہ تعداد بارہ سے زیادہ نہ ہو۔ اگر افراد زیادہ ہوں تو دو گروپوں میں تقسیم کرلیں۔ ہر فرد کو ایک تفسیر تفویض کی جائے جس سے وہ مقررہ آیات کا پہلے سے مطالعہ کر کے آئے۔ ہر ہفتے کم ازکم ایک رکوع کا مطالعہ کیا جائے۔

● **تفاسیر کا انتخاب**: مطالعہ میں عصرحاضر کے حالات اور مسائل کے بارے میں جدید تفاسیر کے ساتھ ساتھ قدیم تفاسیر کو بھی شامل کریں۔ تفاسیر کی ایک فہرست آخر میں تجویز کی گئی ہے جس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری تفاسیر سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

کلاس کی ابتدا میں ایک فرد (جس کا تعین پہلے سے گذشتہ کلاس میں ہو چکا ہوگا اور جو عمومی طور پر میزبان ہی ہوگا)، اپنی مقررکردہ تفسیر سے رکوع کی تلاوت، رواں ترجمہ، الفاظ کے معانی اور رکوع کا عمومی پیغام بیان کرے۔

● **لفظی مطالعہ و اصطلاحی معانی**: رکوع کے لفظی معانی کسی کتاب سے اختصار کے ساتھ بیان کریں۔ آیت میں لفظ کے متعلقہ لغوی اور اصطلاحی معنی واضح کیے جائیں، البتہ زیادہ تفصیلات سے گریز کیا جائے تاکہ 'قرآن سیکھنے' کا اصل ہدف دھندلا نہ جائے۔

● **عملی معانی**: ایک اور اہم معانی جسے ہم 'عملی معانی' کہہ سکتے ہیں، ان پر خصوصی غور وفکر کیا جائے۔ یہ سوچا جائے کہ کسی لفظ یا الفاظ کا میری عملی زندگی سے کیا ربط اور تعلق (relevance application) ہے، 'کلیدی الفاظ' کے تحت اللہ اکبر کی دی گئی تفصیل اس کی ایک مثال ہے۔

● **کلیدی الفاظ**: رکوع میں کلیدی الفاظ (key-words) اور آیات کی نشاندہی کی جائے

اور ممکن ہو تو اپنی زندگی میں اس کے عملی اظہار کی صورتِ حال اور ربط بھی دیکھا جائے۔ مثلاً ہم اللہ اکبر کے معانی کرتے ہیں ''اللہ سب سے بڑا ہے''۔ یہ سوچا جائے کہ کیا میں عملی زندگی میں اللہ کو واقعی اکبر سمجھتا ہوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں ایک پولیس کے سپاہی کے اشارے پر تو رک جاتا ہوں لیکن اللہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اس راستے کی طرف مت جاؤ لیکن میں نہیں رکتا؟ کیا نعوذ باللہ عملاً میرے نزدیک اللہ کی بجائے پولیس کا سپاہی تو اکبر نہیں ہے؟ یہ اللہ اکبر کا عملی معنی ہے۔

متعلقہ فرد کی تشریح کے بعد ہر ممبر اپنی زیر مطالعہ تفسیر سے اس رکوع میں فکر و عمل کے حوالے سے پیغام سے شرکا کو آگاہ کرے۔ پھر تمام شرکا بحث میں حصّہ لیں تاکہ رکوع کا پیغام کھل کر سامنے آجائے، البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ایک فرد کی طرف سے بیان شدہ تفصیلات دوبارہ بیان نہ کی جائیں تاکہ وقت کا بہتر استعمال ہو سکے۔

عصری حالات کے تناظر میں رکوع کے پیغام پر غور و فکر کریں اور اہم نکات نوٹ کرلیں۔ مطالعہ میں جو نکات تفصیل طلب رہ جائیں اور جن کا جواب زیر مطالعہ تفاسیر میں موجود نہ ہو تو اپنے طور پر کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہ کیا جائے بلکہ ہر فرد بعد میں ان نکات کی تفصیل اور وضاحت کے لیے علمائے کرام سے رجوع کرے اور ان کی بتلائی ہوئی تشریح اگلی میٹنگ میں بیان کرے اور ان آراء کے مطابق حتمی تشریح پر اتفاق کیا جائے۔

● عملی نکات: یہ کلاس کا سب سے اہم کام ہے۔ اس کا مقصد زیر مطالعہ آیات میں اپنی زندگی میں عمل کے لیے کم از کم دو چار نکات کی نشاندہی کرنا ہے تاکہ ان کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ ایک مقررہ فرد رکوع کا عمومی پیغام اور عملی نکات لکھ کر گروپ میں شیئر کرے اور کسی مستند عالم سے نظرثانی اور تصدیق کروالیں۔ بہتر ہوگا کہ گروپ میں کوئی عالم ہو یا علما کی محفل کا فیض یافتہ فرد ہو، لیکن یہ ضروری نہیں ہے۔

بہتر ہے کہ قرآن کلاس مسجد میں ہو، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو باری باری ساتھیوں کے گھروں یا کسی متعین جگہ پر بھی کلاس ہوسکتی ہے۔ ہر کلاس میں اگلی کلاس کے وقت اور مقام کا تعین کرلیا کریں۔

کھانے پینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے یا بندوبست میں لازماً سادگی کا اہتمام کیا جائے۔

سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہم قرآن کو اپنے لیے سمجھیں اور جو جو حکم سمجھ آتا جائے اس کے

مطابق عمل کرتے جائیں۔ یہی وہ بات تھی جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ایک اُجڈ اور جاہل عرب قوم دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئی اور ایسے اخلاق کا مظاہرہ کیا جو چشم فلک نے نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں دیکھ سکی۔ جب قرآن کی آیات نازل ہوتیں تو صحابہؓ فوراً عمل کی سوچتے تھے۔انھوں نے قرآن کو اپنے لیے سمجھا اور اسی لیے ان کی زندگی تبدیل ہوئی۔ اگر مسلمان قرآن اسی طرح پڑھیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم پڑھتے اور سمجھتے تھے تو آج بھی ویسی ہی تبدیلی آسکتی ہے جیسے ان کی زندگیوں میں آئی۔صاحبِ تفہیم القرآن نے یہی بات یوں بیان فرمائی ہے: ''اسے تو پوری طرح آپ اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب آپ اسے لے کر اٹھیں اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور جس طرح یہ کتاب ہدایت دیتی ہے اسی طرح قدم اٹھاتے جائیں۔قرآن کے احکام، اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کی معاشی اور تمدّنی ہدایات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اس کے بتائے ہوئے اصول وقوانین آدمی کی سمجھ میں اس وقت تک آ ہی نہیں سکتے جب تک وہ عملاً ان کو برت کر نہ دیکھے، نہ وہ فرد اس کتاب کو سمجھ سکتا ہے جس نے اپنی انفرادی زندگی کو اس کی پیروی سے آزاد رکھا اور نہ وہ قوم اس سے آشنا ہوسکتی ہے جس کے سارے ہی اجتماعی ادارے اس کی بنائی ہوئی روش کے خلاف چل رہے ہوں'' (مقدمہ تفہیم القرآن، جلداول، ص ۳۴-۳۵)

سورۃ العنکبوت کا مطالعہ ___ ایک مثال

قرآن کلاس کے درج بالا طریقۂ کار کے مطابق ذیل میں سورۂ عنکبوت کے پہلے رکوع کی تشریح بطور مثال دی جاتی ہے:

سورۂ عنکبوت رکوع ۱: اس رکوع میں اہل ایمان کو ترغیب دی گئی ہے کہ ایمان اور دین پر قائم رہنے اور اس کی ترویج وتبلیغ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ انھیں صبر و استقامت سے برداشت کریں۔ اس راستے میں قریب ترین نسبی رشتوں (والدین) کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے، ساتھ ہی کفار کو وعید بھی دی گئی ہے کہ انھیں بالآخر برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دنیاوی مفادات کی خاطر آخرت کا انکار اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا ان کے لیے بدترین عذاب کا سبب ہوگا۔ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ آخرت میں ہر ایک کو اپنا جواب انفرادی حیثیت میں دینا ہوگا اور کوئی کسی

دوسرے کی مدد نہ کر سکے گا۔

اللہ فرماتا ہے کہ تم نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ ایمان لے آؤ گے اور پھر یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے؟ یہ ایک دھماکا خیز بیان ہے کہ صرف زبانی کلامی ایمان سے کام نہیں چلے گا۔ دنیا دار الامتحان ہے، اس میں اچھے اور بُرے اعمال کرنے والوں کو آخرت میں اسی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ ایمان لانے کے فوراً بعد آزمائش شروع ہوجاتی ہے اور دین پر قائم رہنے میں مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔ اللہ کو تمھارے سب اعمال کا پہلے ہی سے علم ہے لیکن وہ چاہتا ہے تم پر حجّت تمام ہوجائے اور تمھاری اصلیت بھی کھل کر سامنے آجائے کہ مشکلات کے وقت تم اللہ کے کتنے وفادار ہو؟

مومنین کا امتحان، دشمنوں کے مقابلے میں مادی وسائل کی کمی، جسمانی، جذباتی، اور روحانی تکالیف، دنیاوی لالچوں اور بہت سی دوسری مشکلات سے ہوتا ہے۔ غربت، نفسانی خواہشات، دنیا کی کشش، اقتدار اور شہوانی لذات کی شدت بھی وہ مشکلات ہیں جو دنیا میں پیش آتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایک بہت اہم معاملہ حلال وحرام کی پہچان اور حرام سے بچنا ہے۔ ان سب کا مقابلہ صبر اور استقامت سے تب ہی کیا جا سکتا ہے جب انسان میں اس کے مقابلے کی قوّت موجود ہو۔ یہاں بتا دیا گیا ہے کہ وہ قوت اللہ پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے، جس سے وہ زمین پر انفرادی اور اجتماعی طور پر اقامت دین کی جدوجہد کا حق ادا کرنے کے قابل ہوجاتا ہے۔ ایمان صرف قولی اقرار نہیں بلکہ اس کا عملی اظہار بھی ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے کو پرکھا جاسکے۔ کمزور مسلمانوں اور منافقین پر کوئی مشکل آئے تو وہ ڈگمگا جاتے ہیں۔ اللہ لوگوں کے اعمال دیکھ کر ان کو سزا و جزا دیتا ہے۔ یہی اللہ کی سنت ہے اور اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی، البتہ یہ اس کا کلّی اختیار ہے کہ کسی کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

انسان اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہوتا جب تک اس کے اعمال سے یہ واضح نہ ہوجائے کہ وہ اس کا مستحق ہے اور لوگوں کو بھی معلوم ہوجائے کہ فلاں اپنے اعمال کی وجہ سے جنت یا دوزخ میں گیا۔ انصاف وہی ہے جو نظر بھی آئے، ورنہ اللہ کو تو سب کچھ پہلے ہی سے علم ہے کہ کس کا ٹھکانہ جنت یا جہنم ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ برے اعمال کر کے اللہ کی گرفت سے بچ جائے گا تو یہ ایک انتہائی احمقانہ سوچ ہے، وہ اللہ کی گرفت سے نہیں بھاگ سکتا۔ بے شک اللہ سننے اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، البتہ ایمان کے قولی اور عملی اظہار کے بعد اگر مومنوں سے بشری کمزوریوں

کے سبب کوئی گناہ ہوجائے تو اللہ اسے معاف کردیتا ہے اور ان کی نیکیوں کا اجر دیتا ہے۔

ان آیات میں مشرک ہونے کے باوجود والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہے، البتہ اگر وہ پورا زور لگائیں کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ تو اس کا انکار کیا جائے گا۔ وہ ایسی بات کسی دلیل یا علم کی بنیاد پر نہیں کہتے۔ والدین سے حسن سلوک کے بارے آیات سے یہ نکتہ بھی واضح ہے کہ جب اللہ کی محبت اور اطاعت کی بات آئے تو وہ نسب کے قریب ترین رشتوں پر بھی غالب ہوگی۔

آیت ۱۰ میں فرمایا ہے کہ اللہ کی مدد تمھارے پاس آگئی ہے، حالانکہ بظاہر ایسا نہیں تھا اور مسلمان مکہ میں انتہائی مشکل دور سے گزر رہے تھے۔ یہ قرآن کا منفرد طرزِ استدلال اور اعجازِ بیان ہے کہ وہ چیزوں کو ماضی میں بیان کردیتا ہے جس کا مطلب قطعی یقین کا اظہار ہوتا ہے کہ گویا یہ تو ہوکر رہے گا۔ علما نے فرمایا کہ یہ دراصل آنے والی مدد (غزوہ بدر اور دوسری فتوحات وغیرہ) کے بارے میں پیشن گوئی تھی جو بعد میں سچ ثابت ہوئی۔ اللہ زمان ومکان کی قید سے مبّرا ہے اور اسے ماضی، حال اور مستقبل کی سب حقیقتوں کا علم ہے۔

دورِ نبویؐ میں ایسے بدقسمت اور احمق کفار بھی تھے جو لوگوں سے کہتے تھے کہ تم ہماری (شرک وکفر میں) اتباع کرلو، قیامت کے دن ہم تمھاری جگہ جواب دے دیں گے کہ ہم نے انھیں ایسا کرنے کو کہا تھا اور اس کی سزا ہمیں دی جائے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو دنیاوی مفادات یا دوسرے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے لوگوں کو اسی طرح کہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے ساتھ ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنھیں انھوں نے گمراہ کیا ہوگا۔ ایسے لوگوں سے بچ کر رہیں اور ان کی شیطانی چالوں میں نہ آئیں۔

عملی نکات

مسلمان مشکلات ومصائب سے مایوس نہ ہوں۔ یاد رکھیں دنیا میں مشکلات مؤمنوں کے لیے عذاب نہیں بلکہ انھیں کندن بنانے اور اجر دوبالا کرنے کے لیے آتی ہیں۔ ہرحال اور مشکل میں دعوت واقامت دین کا کام جاری رکھیں۔

مسلمان حق پر استقامت سے قائم رہیں تو بالآخر اللہ ان کو دنیا میں فتحیاب کرتا ہے۔ اس کی مثالیں ہم اس زمانے بھی دیکھ رہے ہیں۔ بعض اوقات نزدیک ترین لوگ بھی دین میں رکاوٹ بن سکتے

ہیں۔ ان کو کھلم کھلا بتا دیا جائے کہ دین کی بنیادوں پر کوئی سمجھوتا نہیں ہوسکتا، چاہے وہ ناراض ہو جائیں۔

یہ بڑی تسلی کی بات ہے کہ مومنوں سے بشری کمزوری کی وجہ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ معاف کر دیتا ہے، البتہ کوشش کی جائے کہ گناہ سے اجتناب کیا جائے اور توبہ و استغفار کی طرف توجہ دی جائے۔

کسی کی ایسی کوئی بات گناہ کا سبب نہ بنے کہ وہ قیامت میں آپ کے گناہ کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ انتہائی احمقانہ اور خطرناک طرزِ عمل ہے۔ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔ ایسی شیطانی باتوں سے بچ کر رہیں۔

چند مجوزہ تفاسیر: ان کے علاوہ دوسری تفاسیر سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے:

جدید تفاسیر (عصری مسائل): تدبّر قرآن (**مولانا امین احسن اصلاحیؒ**)، تفہیم القرآن (**سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ**) فی ظلالِ القرآن (**سید قطب شہیدؒ**)، بیان القرآن (**ڈاکٹر اسرار احمدؒ**)، روح القرآن (**مولانا ڈاکٹر اسلم صدیقیؒ**)، محاسن القرآن (**مفتی غلام الرحمٰنؒ**) تفسیر القرآن کریم (**عبدالسلام بن محمد بھٹویؒ**)

جدید تفاسیر (عصری دینی مسائل): معارف القرآن (**مفتی محمد شفیعؒ**)، تفسیر ماجدی (**عبدالماجد دریابادیؒ**)، تیسیر القرآن (**عبدالرحمٰن کیلانیؒ**) ضیاء القرآن (**پیر کرم شاہ الازہریؒ**)، آسان ترجمہ و تفسیر قرآن (**مفتی تقی عثمانی**)

دیگر تفاسیر: بیان القرآن (**اشرف علی تھانویؒ**)، ترجمان القرآن (**ابوالکلام آزادؒ**)، تفسیر ابن کثیر (**ابوالفدا ابن کثیرؒ**)، تفسیر جلالین (**جلال الدین السیوطیؒ**)، تفسیر عثمانی (**شبیر احمد عثمانیؒ**)، تفسیر مظہری (**قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ**)، تفسیر قرطبی (**ابوبکر قرطبیؒ**)،

الفاظ معانی: تدریس لغات القرآن (**ابومسعود حسن علویؒ**)، صفوت التفاسیر (**محمد علی صابونیؒ**)، مدارک التنزیل (**عبداللہ بن احمد محمد بن محمود النسفیؒ**)، مفردات القرآن (**مولانا محمد عبدہٗ فیروز پوریؒ**)، اور مصباح القرآن جس میں مترادف الفاظ رنگین ترجمے کے ساتھ دیے گئے ہیں (آخر الذکر تینوں تفاسیر موبائل ایپ [EasyQuranWaHadith] پر بھی موجود ہیں۔